

بصائر و عبر

مساجد و مدارس کو جبر کا نشانہ نہ بنائیے!



الحمد لله وسلاماً على عباده الذين اصطفى!

اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں میں سے مجملہ شعائرِ دین کا قیام اور مساجد و مدارس کی تعمیر و تحفظ بھی ہے، اس اعتبار سے کسی بھی اسلامی ملک کی طرف سے مساجد و مدارس کی تعمیر و ترقی میں کسی بھی نوعیت کا تعاون، فرض کی ادائیگی شمار ہونا چاہیے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”الَّذِينَ إِن مَّكَّثْتُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا
عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَذَلِكَ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ“ (الحج: ۴۱)

ترجمہ: ”یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔“ (بیان القرآن، حضرت تھانویؒ)

حالیہ دنوں میں پنجاب حکومت کی طرف سے مساجد کے ائمہ کرام کے لیے ماہانہ پچیس ہزار روپے وظیفہ مقرر کرنے کا اعلان کیا گیا ہے، اگر واقعاً ائمہ مساجد کی دینی خدمات کے اعتراف میں اور ان کی قدر دانی کے جذبے سے یہ وظائف جاری کیے جائیں تو بلاشبہ یہ اقدام قابل ستائش ہونا چاہیے، لیکن اگر اس کا مقصد علماء کرام کو اپنے کنٹرول میں رکھ کر منبر و محراب اور مراکزِ اصلاح و ارشاد سے اٹھنے والی حق و

اس (قیامت کے) دن (لوگوں) کے دل خائف ہو رہے ہوں گے، اور آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ (قرآن کریم)

صداقت کی صداؤں کو دبانانا ہے تو اسے اعلانیہ رشوت کہنا بے جا نہیں ہوگا۔

ائمہ مساجد کے لیے حکومتی اعانت کا مقصد حکم خداوندی کی پیروی اور علماء کرام کی قدردانی ہے یا انہیں دباؤ میں رکھ کر دینی راہنمائی میں من چاہی مداخلت؟ یہ فیصلہ اس وظیفے کے اجراء سے پہلے اور بعد میں حکومتی تعامل دیکھ کر باسانی کیا جاسکتا ہے، بعض مساجد کے ائمہ کو دیے گئے حلف ناموں میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہ حکومتی وظیفہ حکومت، سرکاری اداروں، حتیٰ کہ علاقہ کے تھانے کی مرضی کے خلاف بات نہ کرنے سے مشروط ہوگا، اور ائمہ مساجد کو اپنے ہر وعظ اور درس میں حکومتی پسند و ناپسند کا خیال رکھنا ضروری ہوگا!

خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین کے دور سے لے کر جب تک اسلامی خلافتیں قائم رہیں، مساجد و مدارس کا انتظام و انصرام اسلامی حکومتیں دیکھتی رہی ہیں، لیکن ان کی یہ سرپرستی ظاہری نظم و خدمات اور تعمیر و ترقی تک محدود رہی ہے، دینی راہنمائی اور فتوے کے اجراء میں علماء حق ہمیشہ آزاد رہے ہیں، جہاں کہیں کسی تنگ نظریا جابر حکمران نے حق کی آواز دبانے کی کوشش کی، علماء ربانیین کی جماعت نے ہر دور میں اُسے مسترد کرتے ہوئے مقابلہ کیا، اور سلطان جائز کے سامنے کلمہ حق بلند کیا، ایسے حکمرانوں کی تنگ نظری کی اس دور میں بھی مذمت کی گئی اور تاریخ میں بھی اُن کا یہ جبر استعارہ بن گیا، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ نمونے کے لیے کافی ہے۔

اس لیے اگر مال و دولت کے ذریعے صدائے حق کو دبا کر منبر و محراب سے اپنی مرضی کی بات کروانا مقصود ہے تو اسے تنگ نظری اور جبر کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ آزاد اور مہذب معاشروں میں رائے عامہ اور حق رائے دہی کی تبدیلی کے لیے پیسے کا استعمال اخلاقاً و قانوناً جرم سمجھا جاتا ہے۔

الغرض اگر حکومت کا مقصد یہی ہے تو یہ کوئی پہلا تجربہ نہیں ہے، ماضی میں بھی اس طرح کی بہت سی کوششیں کی جا چکی ہیں، کبھی مساجد و مدارس کو حکومتی تحویل میں لینے کی کوششیں کی گئیں اور کبھی علماء و ائمہ کو مالی ترغیب و تحریص کا لالچ دے کر اور کہیں ڈرا دھمکا کر ان کی آواز کو اپنی آواز میں ملانے اور اسلامی تہذیب و اقدار کو دلیس نکالا دینے کی جسارتیں کی جاتی رہیں۔ اس سب کے باوجود دین کے ان بے لوث خدام نے روکھی سوکھی کھا کر، بوریوں اور چٹائیوں پر بیٹھ کر آوازہ حق بلند کیا اور الحمد للہ آج تک ان کی اکثریت حکومتی دام فریب کا شکار نہیں ہوئی، اب ”پرانے شکاری اور نیا جال“ کے مصداق یہ نیا حربہ اختیار کیا گیا ہے۔

اس موقع پر کچھ لوگ ”مدعی سست گواہ چست“ کے مصداق، مذکورہ حلف نامے کی گواہی کے باوجود حکومتی ترجمانی کے فرائض انجام دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ حکومت کی نیت نیک ہے اور وہ علماء کرام و ائمہ مساجد کی خدمات کو سراہنا چاہتی ہے۔ کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کو مختلف ریاستوں

کی جانب سے امداد دی جاتی تھی۔ حیرت ہے کہ اب خلطِ مبحث کر کے اپنے اکابر کی روشن تاریخ کو بھی دھندلا یا جائے گا۔ جن ریاستوں کے نام لیے جاتے ہیں وہ خود دینی و علمی کاموں کی سرپرستی کیا کرتی تھیں اور نظامِ مدارس میں خلل نہیں ہوئیں، اور اگر کبھی کسی نے مداخلت کی تو دینی حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پر واضح کر دیا گیا، جب کہ ہمارے ہاں کی حکومتیں امداد کے بہانے پورے نظام کو ہتھیانا چاہتی آئی ہیں، کیا ایسی مثالیں ہمارے سامنے نہیں گزریں کہ جن دینی جامعات کو سرکار نے اپنی تحویل میں لیا، آج وہاں کے نصاب و نظام کا کیا حال ہے! نیز سرکاری اسکولوں اور کالجوں کا معیارِ تعلیم اور قابلِ رحم نظم و ضبط بھی پوری قوم کے سامنے ہے۔

ہمارے علماء کرام کا تو امتیازی وصف ہی یہ ہے کہ خود داری اور آزادی کے ساتھ حق و انصاف کی بات حکمت و تدبیر سے کہتے آئے ہیں، جہاں کسی کی مالی اعانت اس راہ میں رکاوٹ بنی، فوراً اس سے دست کش ہو گئے، بلکہ ایسے نظائر بھی موجود ہیں کہ حاکم وقت کے دیے ہوئے تمام تحائف یہ کہتے ہوئے اسی وقت واپس کر دیے کہ جس وقت یہ وصول کیے تھے، اس وقت سے اسی غرض سے محفوظ کر رکھے تھے کہ جب حق بات کہنے میں آپ کی طرف سے رکاوٹ آئی فوراً واپس کر دیے جائیں گے، ہمارے اکابر نے اگر حکومت کی طرف سے دیا گیا کوئی عہدہ بھی قبول کیا ہے تو استعفا پہلے لکھ کر جیب میں تیار رکھا ہے، جہاں حق کہنے میں رکاوٹ محسوس ہوئی وہیں وہ پیش کر دیا۔

دارالعلوم دیوبند کے آٹھ بنیادی اساسی اصول

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو دارالعلوم دیوبند کے قیام کے وقت مدارس اور تمام جامعات دینیہ کی بقا و تحفظ کے لیے چند اصول و قواعد طے فرمائے تھے جو ”اصول ہشت گانہ“ کے نام سے معروف ہیں، جو اپنے فوائد و مقاصد کے اعتبار سے تمام ہی مدارس کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ اہل مدارس و جامعات کی تذکیر کے لیے یہ آٹھ اصول یہاں ذکر کیے جا رہے ہیں، موقع کی مناسبت سے ان میں سے آخری تین اصول بطور خاص ملحوظ رہنے چاہئیں:

”وہ اصول جن پر یہ مدرسہ اور نیز اور مدارس چندہ مبنی معلوم ہوتے ہیں:

①- اصل اول یہ ہے کہ تمام مقدر و کارکنان مدرسہ کو ہمیشہ تکثیر چندہ پر نظر رہے، آپ کو شش کریں، اوروں سے کرائیں، خیر اندیشان مدرسہ کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے۔

②- ابقاء طعام طلبہ مل کر افزائش طعام طلبہ میں جس طرح ہو سکے، خیر اندیشان مدرسہ ہمیشہ

ساعی رہیں۔

③- مشیرانِ مدرسہ کو ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہے کہ مدرسے کی خوبی اور خوش اسلوبی ہو، اپنی بات کی سچ نہ کی جائے۔ خدا نخواستہ جب اس طرح کی نوبت آئے گی کہ اہل مشورہ کو اپنی مخالفت رائے اور اوروں کی رائے کے موافق ہونا ناگوار ہو تو پھر اس مدرسے کی بنا میں تزلزل آجائے گا۔ القصد یہ ہے کہ بروقت مشورہ اور نیز اس کے پس و پیش میں اسلوبی مدرسہ ملحوظ رہے، سخن پروری نہ ہو، اور نیز اسی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ اہل مشورہ اظہارِ رائے میں کسی وجہ سے متاثر نہ ہوں، اور سامعین بہ نیت نیک اس کو سنیں، یعنی یہ خیال رہے کہ اگر دوسرے کی بات سمجھ میں آجائے گی تو اگرچہ ہماری مخالفت ہی کیوں نہ ہو، بہ دل و جان قبول کریں گے، اور نیز اسی وجہ سے ضروری ہے کہ مہتمم امور مشورہ طلب میں اہل مشورہ سے ضرور مشورہ کیا کرے، خواہ وہ لوگ ہوں جو ہمیشہ مشیر مدرسہ رہتے ہیں، یا کوئی وارد و صادر ہو، جو علم و عقل رکھتا ہو، اور مدرسوں کا خیر اندیش ہو، اور اسی وجہ سے ضروری ہے کہ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے کسی اہل مشورہ سے مشورے کی نوبت نہ آئے اور بہ قدر ضرورت اہل مشورہ کی مقدار معتد بہ سے مشورہ کر لیا گیا ہو تو پھر وہ شخص اس وجہ سے ناخوش نہ ہو کہ مجھے کیوں نہ پوچھا؟ ہاں! اگر مہتمم نے کسی سے نہ پوچھا، تو پھر اہل مشورہ معترض ہو سکتا ہے۔

④- یہ بات بہت ضروری ہے کہ مدرسینِ مدرسہ باہم متفق المشرب ہوں اور مثل علمائے روزگار خود بین اور دوسروں کے درپے تو بین نہ ہوں، خدا نخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی تو پھر اس مدرسے کی خیر نہیں۔

⑤- خواندگی مقررہ اس انداز سے جو پہلے تجویز ہو چکی ہے یا بعد میں کوئی اور انداز مشورے سے تجویز ہو، پوری ہو جایا کرے، ورنہ یہ مدرسہ اول تو خوب آباد نہ ہوگا، اور اگر ہوگا تو بے فائدہ ہوگا۔

⑥- اس مدرسے میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں، جب تک یہ مدرسہ ان شاء اللہ بہ شرط توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا، اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی، جیسے جاگیر یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ، تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف ورجاء جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے، ہاتھ سے جاتا رہے گا، اور امدادِ غیبی موقوف ہو جائے گی، اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہو جائے گا، القصد آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہے۔

⑦- سرکار کی شرکت اور امراء کی شرکت بھی مضر معلوم ہوتی ہے۔

⑧- تا مقدور ایسے لوگوں کا چندہ زیادہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے، جن کو اپنے چندے سے اُمید ناموری نہ ہو، بالجملہ حسن نیت اہل چندہ زیادہ پائیداری کا سامان معلوم ہوتا ہے۔“

اس لیے ہم علمائے امت سے بھی یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ کی مثال عوام کے درمیان ایسی

(کافر) کہتے ہیں کہ یہ یونہی تو (موجب) زیاں ہے۔ (قرآن کریم)

ہے جیسے انسانی جسم میں دل ہوتا ہے، اور حدیثِ نبوی کے بموجب اگر انسانی دل ٹھیک رہے تو اس کے تمام اعضاء درست کام کرتے رہتے ہیں، لیکن اگر یہ باطنی پُرزہ زنگ آلود ہونے لگے تو اس کا اثر پورے جسم پر پڑتا ہے۔ اسی طرح عوام کے درست راہ پر لگے رہنے کے لیے ضروری ہے کہ اس اُمت کے علماء کرام اپنے فرائض منصبی سرکاری مداخلت کا اثر قبول کیے بغیر سرانجام دیتے رہیں، کیوں کہ جہاں بھی جاہ و جلال اور مال و منال کی ملاوٹ آگئی تو وہاں اخلاص کے اس محل کو زمین بوس ہونے میں دیر نہیں لگی۔ مشکاة شریف کے کتاب العلم میں بحوالہ ابن ماجہ، رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک موجود ہے:

”إِنَّ أَنَا مِنْ أُمَّتِي سَيِّئَاتُهُمْ فِي الدِّينِ وَ يَفْرُءُونَ الْقُرْآنَ يَقُولُونَ نَأْتِي الْأُمْرَاءَ فَنُصِيبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَ نَعْتَرُهُمْ بِدِينِنَا وَ لَا يَكُونُ ذَلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنَى مِنَ الْقِتَادِ إِلَّا الشُّؤْكَ، كَذَلِكَ لَا يُجْتَنَى مِنْ قُرْبِهِمْ إِلَّا - قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: كَأَنَّهُ يَعْنِي - الْخَطَايَا.“

”میری اُمت کے کچھ لوگ دین کی سمجھ اور تفقہ حاصل کرنے کا دعویٰ کریں گے اور قرآن پڑھیں گے، وہ کہیں گے: ہم اُمراء کے پاس جا کر ان سے ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کریں گے، اور ہم اپنے دین کی بنیاد پر ان (کے گناہوں) سے دور رہیں گے، حالانکہ ایسے نہیں ہو سکتا، جیسے قناد (Astragalus) یعنی سخت کانٹے دار جنگلی درخت، سے صرف کانٹے ہی چنے جاسکتے ہیں، اسی طرح ان (اُمراء) کے قرب سے کچھ حاصل نہیں ہوگا سوائے...“ محمد بن صباح راوی نے کہا: گویا آپ ﷺ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ: ”ان کے پاس جانے سے گناہ ہی حاصل ہوگا۔“

پاکستان میں مسلمان عوام نے اپنی مدد آپ کے تحت مساجد و مدارس قائم کیے اور ان کے جملہ مصارف کا بیڑہ انہوں نے خود اپنی مرضی اور خوشی سے اٹھایا ہوا ہے، ان کی تعمیر و ترقی اور دیگر ضرورت کے مواقع پر اربابِ حکومت کی توجہ نہیں ہوتی، بلکہ تعمیر کے بعد مختلف عنوانات سے مسجدیں شہید کرنے کے واقعات ہوتے رہے ہیں، اب اگر حکومت کو واقعی مساجد کے ائمہ کرام پر رحم آ گیا ہے اور اس امداد دینے میں ان کے عزائم اور ارادے نیک و مخلصانہ ہیں تو اربابِ حکومت سے درخواست ہے کہ سب سے پہلے مساجد اور دینی مراکز کے بجلی، گیس اور پانی کے بل معاف کریں، مساجد کی تعمیر، آبادی، اکاؤنٹس یا کسی بھی مرحلے میں حائل ہونے والی مشکلات اور رکاوٹ بننے والے امور حل کریں۔ نہ یہ کہ علماء کرام اور ائمہ حضرات کی آزادی سلب کر کے آواز دبانے کی کوشش کریں، یہ آپ کی دنیا اور سیاسی شہرت کے لیے بھی اچھا نہیں ہے، دینی راہنمائی میں جتنی آزادی ہوگی یہ حکومت کی نیک نامی کا باعث ہوگا، ہاں تشدد و منافرت پر مبنی

وہ (نسخہ صورت) تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی، اس وقت وہ (سب) میدان (حشر) میں آجھ ہوں گے۔ (قرآن کریم)

آواز کسی بھی موقع پر اور کسی بھی فورم سے ہو، علماء کرام اس کی پرزور مذمت کرتے آئے ہیں، عدم برداشت و تشدد کے اسباب کچھ اور بھی ہیں، ان کے سدباب کی سنجیدہ فکر و کوشش کرنی چاہیے۔

ائمہ مساجد کے لیے بطور خاص ایک پہلو یہ بھی قابل توجہ ہے کہ بعض اوقات کوئی خدا ترس حکمران نیک نیتی سے وظائف کا اجرا کرے تو اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ آئندہ آنے والا بھی اس سلسلے کو دباؤ کے لیے استعمال نہ کرے، ماضی میں بھارت کے پہلے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اخراجات سرکاری فنڈ سے پورا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو ارباب ندوہ نے کہا کہ: ”کل کو آپ کی جگہ کوئی اور ہوگا تو وہ امداد روک بھی سکتا ہے، ایسا نہ ہو کہ تاریخ میں آپ کو قاتل ندوہ کے نام سے یاد کیا جائے۔“ ہمارے ملک کے اندر صوبہ خیبر پختونخوا کے سابق وزیر اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود سے بعض مدارس نے سرکاری امداد کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ: ”میں ایسی کوئی روایت قائم نہیں کرنا چاہتا جو کل کو میری جگہ کسی اور کے وزیر اعلیٰ ہونے کی وجہ سے دم توڑ جائے۔“

ہمارے لیے ان تجربات میں درس موعظت و نصیحت ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی ظاہری سبب اور خواص کی امداد سے اپنی اُمیدیں وابستہ نہ رکھیں۔ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اسی کے اعتماد اور بھروسے پر یہ دینی قلعے بھی قائم رہیں گے، اسی لیے ہمیشہ اسی کی رضا اور خوشنودی کے حصول میں کوشاں رہنا چاہیے، نہ کہ ان مادی اسباب و وسائل پر نظر ہونی چاہیے۔ حاکمان عصر سے ہماری درخواست ہے کہ آزاد کو آزاد رہنے دیا جائے اور ان علماء امت اور مساجد کو آزاد رہ کر کام کرنے دیا جائے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ مدارس کی رجسٹریشن کا جو قانون وفاقی حکومت نے پاس کیا ہے، صوبوں میں بھی اس قانون کو پاس کیا جائے اور ان کے بینک اکاؤنٹ کھولنے میں آسانیاں پیدا کی جائیں، تاکہ یہ بھی قومی دھارے میں شامل ہو سکیں۔ نیز مدارس اور جامعات اپنی مدد آپ کے تحت جو قوم کی فلاح و بہبود کے لیے خدمتِ خلق اور قوم کے بچوں کو تعلیمی طور پر دوسری اقوام کے برابر لارہے ہیں، حکومتی سطح پر ان کا شکر گزار ہونا چاہیے، نہ یہ کہ ان کے کردار اور ان کے اثرات کو مسخ کرنے میں اپنی توانائیاں صرف کی جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے اور قیام پاکستان کی حقیقی منزل نفاذ اسلام کے لیے کی جانے والی کوششوں اور کاوشوں کو کام یاب فرمائے، آمین! إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت و ما توفيقی إلا باللہ!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ أجمعین!

